Journal of Religion & Society (JRS)
Available Online:
https://islamicreligious.com/index.php/Journal/index
Print ISSN: 3006-1296Online ISSN: 3006-130X
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

Modern Methods of Physical Adornment: In the Light of Islamic Teachings and Jurisprudential Interpretations

جسمانی آرائش کے جدید طریقے: اسلامی تعلیمات اور فقہی تعبیرات کی روشنی میں

Dr.Abdul Rahman
Assistant Lecturer, Department of Islamic Studies University of Gujrat, Gujrat Pakistan
Onlyimran2010@gmail.com
Javed Iqbal
Lecture (CTI), Department of Islamic studies Government Murray Graduate College Sialkot
hassanjaved5050@gmail.com

ABSTRACT
Islam is a comprehensive and all-encompassing religion that provides guidance for every aspect of human life, both individual and collective. It is not limited to worship or spiritual matters alone; rather, it offers complete and balanced directives in every field of human activity be it beliefs, ethics, social relations, economics, law, or culture. The human inclination toward beauty and physical adornment is a natural instinct, and this desire is not confined to women or any particular group or class; rather, it exists within the emotions of every individual. Islam acknowledges this natural tendency and not only permits adornment and cleanliness but considers them desirable. The blessed Sunnah of the Prophet Muhammad ﷺ contains numerous teachings and encouragements regarding bodily cleanliness, clothing, fragrance, grooming of hair, and enhancing facial appearance. The Prophet ﷺ said, "Indeed, Allah is beautiful and loves beauty" (Sahih Muslim). Thus, Islam accords importance to outward beauty but emphasizes its moral, religious, and natural dimensions as well, so that a person does not transgress the bounds of nature or fall into pride, ostentation, extravagance, or imitation of others.In the modern age, the field of physical adornment has witnessed extraordinary advancements. Numerous methods are now common, including cosmetic surgery, Botox, fillers, hair transplants, tattoos, nail art, skin bleaching, and even gender reassignment procedures. Behind these practices lie not only personal preferences or medical reasons, but also the influence of social media, societal expectations, cultural pressures, and aesthetic standards. Although

some of these methods may appear harmless on the surface, they often involve intellectual, social, and religious complexities that can conflict with Islamic principles. Islamic jurisprudence evaluates these modern trends not merely from the perspective of physical adornment but in light of their legal permissibility, ethical justification, natural balance, and social implications. In some cases, these methods fall under prohibited categories such as taghyīr khalq Allāh (alteration of God's creation), tashabbuh bil-kuffār (imitation of non-believers), isrāf (extravagance), and unnatural exposure or display. Therefore, in this study, we will critically and analytically examine these modern methods of physical adornment in the light of Islamic teachings and juristic principles. The views of the four major schools of thought, contemporary jurists, and international Islamic jurisprudential bodies will be explored to clarify which methods are permissible, which are prohibited, and which may be conditionally allowed within certain Shariah boundaries. The objective of this study is also to determine to what extent contemporary Muslim men and women can benefit from these modern methods of beautification while remaining within the Islamic framework ensuring a balance between religious, ethical, and aesthetic values and protecting Muslim society from the onslaught of un-Islamic cultural invasions.

Keywords: *Modern Methods, Physical Adornment, Jurisprudential, Interpretations, Comprehensive, Encouragements, Islamic Framework, Social Relations.*

اسلام ایک ایسا ہمہ گیر اور جامع دین ہے جو انسان کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کے تمام پہلوؤں کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہ صرف عبادات یا روحانی معاملات تک محدود نہیں بلکہ انسانی زندگی کے ہر شعبے، جیسے عقائد، اخلاق، معاشرت، معیشت، قانون اور ثقافت میں بھی مکمل اور متوازن ہدایات دیتا ہے۔ انسان کی فطرت میں حسن و جمال کی طلب اور ظاہری صفائی و آرائش کی رغبت قدرتی طور پر رکھی گئی ہے، اور یہ صرف عورتوں یا کسی خاص قوم یا طبقے تک محدود نہیں بلکہ ہر انسان کے جذبات میں شامل ہے۔ اسلام نے اس فطری جذبے کو تسلیم کرتے ہوئے زینت اور صفائی کو نہ صرف جائز بلکہ پسندیدہ قرار دیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سنتِ مبارکہ میں بھی جسمانی صفائی، لباس، خوشبو، بالوں کی تراش خراش اور چہرے کی خوبصورتی کو سنوارنے کے متعدد احکام اور ترغیبات موجود ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند فرماتا ہے" (صحیح مسلم)۔ اسی لیے اسلام ظاہری خوبصورتی کو بھی اہمیت دیتا ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ اس کے اخلاقی، دینی اور فطری پہلوؤں پر بھی زور دیتا ہے تاکہ انسان حدودِ فطرت سے تجاوز نہ کرے اور نہ ہی تکبر، دکھاوا، اسراف یا تشبہ میں مبتلا ہو۔ جدید دور میں جسمانی آرائش کے میدان میں غیر معمولی ترقی ہوئی ہے۔ موجودہ زمانے میں ایسے بے شمار طریقے عام ہو چکے ہیں جن میں کاسمیٹک سرجری، بوٹوکس، فلرز، ہیئر ٹرانسپلانٹ، ٹیٹوز، نیل آرٹ،

اسکن بلیچنگ، اور حتیٰ کہ جنس کی تبدیلی جیسے اقدامات شامل ہیں۔ ان طریقوں کے پیچھے صرف ذاتی پسند یا طبی مقاصد ہی نہیں بلکہ سوشل میڈیا، سماجی توقعات، ثقافتی دباؤ اور جمالیاتی معیارات بھی متحرک ہیں۔

اگرچہ ان میں سے بعض طریقے بظاہر بے ضرر معلوم ہوتے ہیں، لیکن ان کے پیچھے فکری، معاشرتی اور شرعی پیچیدگیاں بھی موجود ہیں، جو اسلامی اصولوں سے متصادم ہو سکتی ہیں۔ اسلامی فقہ ان جدید رجحانات کو صرف جسمانی آرائش کے نقطۂ نظر سے نہیں بلکہ ان کے شرعی دائرہ، اخلاقی جواز، فطری توازن، اور معاشرتی اثرات کے ساتھ جانچتی ہے۔ بعض صورتوں میں یہ طریقے "تغییر خلق اللہ"، "تشبہ بالکفار"، "اسراف و تبذیر"، اور غیر فطری نمائش جیسے ممنوعہ دائرے میں داخل ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا اس میں ہم جسمانی آرائش کے جدید طریقوں کا اسلامی تعلیمات اور فقہی اصولوں کی روشنی میں تنقیدی اور تحقیقی جائزہ لیں گے۔ اس میں ائمہ اربعہ، معاصر فقہاء، اور بین الاقوامی اسلامی فقہی اداروں کے فتاویٰ کی روشنی میں یہ واضح کیا جائے گا کہ کن جدید طریقوں کی اجازت ہے، کن کی ممانعت ہے، اور کن صورتوں میں شرعی حدود و قیود کے ساتھ مشروط اجازت دی جا سکتی ہے۔ اس مطالعے کا مقصد یہ بھی ہے کہ دورِ حاضر میں مسلمان مرد و خواتین اپنی فطری خواہشات کو شرعی دائرے میں رکھتے ہوئے حسن و زینت کے ان جدید طریقوں سے کس حد تک فائدہ اٹھا سکتے ہیں، تاکہ دینی، اخلاقی، اور جمالیاتی توازن برقرار رہے اور مسلم معاشرہ غیر اسلامی تہذیبی یلغار کا شکار ہونے سے محفوظ رہ سکے۔

پلاسٹک سرجری کی فقہی نوعیت اور شرعی احکام کا مطالعہ

پلاسٹک سرجری جدید طب کی وہ شاخ ہے جو انسانی جسم کی ساخت کو بہتر بنانے، جسمانی نقص کو درست کرنے، یا محض حسن میں اضافہ کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ اسلامی فقہ میں کسی بھی جدید سائنسی یا طبی عمل کی شرعی حیثیت متعین کرتے وقت بنیادی طور پر مقاصدِ شریعت (حفظِ دین، جان، عقل، نسل، اور مال)، نصوصِ شرعیہ، فقہی اصول (ضرورت، مصلحت، سد الذرائع، اور تبدل احکام)، اور سلف صالحین کے اقوال کو بنیاد بنایا جاتا ہے۔ پلاسٹک سرجری کو عمومی طور پر درج ذیل اقسام میں تقسیم کیا جا سکتا ہے:

1. **علاجی سرجری (Therapeutic/Reconstructive):** جیسے پیدائشی نقائص، جلنے یا حادثات کے نتیجے میں متاثرہ اعضاء کی بحالی؛ جس کا مقصد جسمانی فنکشن کو درست کرنا ہوتا ہے۔
2. **جمالیاتی سرجری (Cosmetic Surgery):** جس کا مقصد کسی جسمانی عضو کی بناوٹ یا شکل کو بہتر بنانا یا اسے "معاشرتی خوبصورتی کے معیار" کے مطابق ڈھالنا ہوتا ہے۔
3. **شناخت کی تبدیلی یا پوشیدگی:** جیسا کہ کچھ لوگ قانونی یا سماجی مقاصد سے چہرہ یا جسمانی شناخت کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق اگر پلاسٹک سرجری کا مقصد علاج، تکلیف سے نجات یا جسمانی افعال کی بحالی ہو اور اس میں کسی حرام عمل یا ضررِ عام کا پہلو شامل نہ ہو تو اسے شرعاً جائز قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کے برعکس اگر اس کا مقصد محض مصنوعی خوبصورتی حاصل کرنا، خلقِ خدا میں غیر ضروری تبدیلی لانا یا فطرت کو بگاڑنا ہو، تو یہ عمل تشبہ بالکفار، غرور، اور تغیرِ خلق اللہ کے زمرے میں آ کر ناجائز یا مکروہ بھی ہو سکتا ہے، جیسا کہ حرمتِ نمص (بھنویں بنوانا) اور ناک کان چیرنے کے حوالے سے احادیث میں وعید آئی ہے۔ اہم فقہی اصولوں مثلاً "الضرورات تبیح المحظورات "(ضرورتیں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں) اور "لاضرر ولا ضرار "(نہ خود نقصان دو نہ دوسروں کو) کو سامنے رکھتے ہوئے ہر صورت کا انفرادی جائزہ لیا جانا ضروری ہے۔ اسی لیے فقہائے کرام نے علاجی پلاسٹک سرجری کو اکثر حالات میں جائز اور جمالیاتی پلاسٹک سرجری کو مشروط یا ممنوع قرار دیا ہے۔

پیدائشی نقص کی اصلاح میں پلاسٹک سرجری کا شرعی جواز

اگر کوئی پیدائشی عیب ایسا ہو جو فطری حسن یا نارمل حالت کے خلاف ہو، تو اسے دور کرنا شرعاً جائز ہے۔ مثلاً اگر کسی بچے کا ہونٹ یا تالو پیدائشی طور پر کٹا ہوا ہو، یا ہاتھ یا پاؤں کی انگلیوں کی تعداد معمول سے زیادہ ہو، جیسے پانچ انگلیوں سے زائد ہونا، تو اس زائد انگلی کو کاٹنا جمہور فقہاء کے نزدیک جائز قرار دیا گیا ہے۔

فقہ حنفی میں فتاویٰ ہندیہ میں واضح ہے کہ اگر کوئی شخص زائد انگلی یا زائد عضو کاٹنا چاہے اور اس عمل سے موت کا اندیشہ کم یا نہ ہونے کے برابر ہو، تو اس کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔ اگر موت کا اندیشہ غالب ہو تو اجازت نہیں۔[1]

فقہ مالکی کی معروف کتاب شرح مختصر الخلیل میں بیان کیا گیا ہے کہ ہاتھ یا پاؤں کی زائد انگلی کو کاٹنے پر دیت کی شرط نہیں رکھی گئی، جیسا کہ باقی انگلیوں کے کاٹنے پر کی جاتی ہے، اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زائد انگلی عیب کی نوعیت رکھتی ہے اور اس کو دور کرنے میں کوئی شرعی ممانعت نہیں۔[2]

فقہ شافعی کی معتبر کتاب الحاوی الکبیر میں ابو العباس بن ابو سریج کے قول کے مطابق زائد انگلی کو کاٹنے پر کوئی تاوان یا جرمانہ عائد نہیں کیا جاتا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زائد انگلی کو عیب سمجھ کر اسے دور کرنا شرعی طور پر جائز ہے۔[3]

---

[1] (محمد تقیٰ عثمانی، فتاویٰ ہندیہ، مکتبہ اسلامیہ، ۱۹۷۰، ص ۲۰۲)

Usmani, Muhammad Taqi. *Fatawa Hindiyyah*. Lahore: Maktabah Islamiyyah, 1970, p. 202.

[2] (شیخ محمد عبد القادر، شرح مختصر الخلیل، دار الفکر، ۱۹۸۵، ج۸، ص ۴۲)

Sheikh Muhammad Abdul Qadir. *Sharh Mukhtasar al-Khalil*. Beirut: Dar al-Fikr, 1985, vol. 8, p. 42.

[3] (علی بن محمد ماوردی، الحاوی الکبیر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۳۱۹ھ، ج ۱۲، ص ۳۰۳)

تاہم فقہ حنبلی کے بعض معتبر متون جیسے الانصاف میں زائد انگلی کے کاٹنے کو ممنوع قرار دیا گیا ہے، جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس مکتب فکر میں اس حوالے سے سختی پائی جاتی ہے۔[4]

مذکورہ دلائل سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ پیدائشی عیوب کی اصلاح کے لیے پلاسٹک سرجری شرعی طور پر جائز ہے، خاص طور پر اگر اس میں کوئی شدید نقصان یا خطرہ نہ ہو۔ کیونکہ شرع نے فطرت کی تبدیلی کو ممنوع قرار دیا ہے لیکن نقص یا عیب کی اصلاح کی اجازت دی ہے، جیسا کہ ابن قدامہ اور امام شافعی کے اصول میں واضح ہے کہ جو چیز فطرت کے خلاف اور نقص کا باعث ہو، اس کا ازالہ جائز ہے۔

حادثاتی جسمانی عوارض کا علاج اور پلاسٹک سرجری

اگر کوئی عیب پیدائشی نہ ہو بلکہ کسی حادثے یا واقعے کے نتیجے میں پیدا ہوا ہو، تو اس کو دور کرنا شرعی طور پر جائز سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی شخص کا چہرہ جلنے کی وجہ سے متاثر ہو جائے یا ناک کٹ جائے تو اسے درست کرنا شرعی لحاظ سے جائز ہے۔

ایک مشہور روایت میں آتا ہے کہ:

"عرفجة بن اسعد قطع الله يوم الكلاب، فاتخذ إنها من ورق، فانان عليه، قامره النبي ﷺ، فاتخذ إنها من ذهب"

عرفجہ بن اسعد کی ناک بنو کلاب کی جنگ میں کٹ گئی تھی، تو اس نے چاندی کی ناک بنوا دی، جس میں بدبو پیدا ہونے لگی۔ نبی کریم ﷺ نے حکم دیا کہ وہ سونے کی ناک بنوائے۔

یہ حدیث واضح کرتی ہے کہ حادثاتی عیب کی اصلاح کے لیے سرجری یا مصنوعی تبدیلی کی اجازت شرعی طور پر موجود ہے، خاص طور پر جب اس کا مقصد اصل صورت کو بحال کرنا ہو۔

جمہور فقہاء نے ضرورت کی بنیاد پر سرجری کو جائز قرار دیا ہے، خواہ وہ پیدائشی عیب کی اصلاح کے لیے ہو یا حادثاتی عیب کے لیے۔ امام ابو یوسف کے مطابق، اگر کوئی دانت گر جائے اور اسے دوبارہ جوڑا جائے تو اس میں کوئی کراہت نہیں، کیونکہ ضرر کو زائل کرنا شرعی قاعدہ ہے:

"الضرر يزال"

یعنی ضرر کو ختم کرنا ضروری ہے۔

Al-Mawardi, Ali ibn Muhammad. *Al-Muhawī al-Kabīr*. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1319 AH, vol. 12, p. 303.

4 (ابو بکر احمد بن عبد العزیز، الانصاف فی معرفة الراجح من الخلاف، دار الفکر، ۱۹۹۰، ج ۱، ص ۲۹۹)

Abu Bakr Ahmad ibn Abdul Aziz. *Al-Insaf fi Ma'rifat al-Rajih min al-Khilaf*. Beirut: Dar al-Fikr, 1990, vol. 1, p. 299.

تاہم، فقہی اصول ہے کہ جو چیز ضرورت کی بنا پر جائز ہو، وہ صرف ضرورت کی حد تک ہی جائز رہے گی:

"ما أُبيح للضرورة يُقدّر بقدرها"

یعنی ضرورت کے لیے جائز کام ضرورت کے دائرے سے باہر نہیں جا سکتا۔ لہٰذا معمولی کمی بیشی کے لیے سرجری کی اجازت نہیں دی جاتی بلکہ اس کا دائرہ صرف حقیقی ضرورت تک محدود ہے۔

زیبائش و حسن کے لیے جسمانی تبدیلی: فقہی اصولوں کی روشنی میں

وہ عمل جو محض خوبصورتی کے لیے کیا جائے، جیسے کہ عمر گزرنے کی وجہ سے چہرے پر آنے والی جھریاں یا ناک کو نئی شکل دینا، شرعی طور پر عام طور پر جائز نہیں۔ کیونکہ یہ امر بیماری یا عیب کے زمرے میں نہیں آتا بلکہ محض ظاہری حسن کے لیے کیا جاتا ہے، جس کی اجازت محدود ہے۔

حدیث میں نبی کریم ﷺ نے ایسا عمل جس میں غیر ضروری تبدیلی ہو، مثلاً سونے کے دھاگے سے دانت باندھنا، جسے "وصلہ" کہتے ہیں، اس پر لعنت بھیجی ہے:

"لعن الله الواصلة والمستوصلة"

امام ابوداؤد نے اپنی کتاب "رسالة إلى أهل مكة" میں واضح کیا ہے کہ وہ چیزیں جو شرعی لحاظ سے جائز ہیں، ان کا دائرہ وہی ہے جو سنت کی روشنی میں طے ہوتا ہے اور غیر ضروری حسن سازی کی اجازت نہیں دی جاتی۔

لہٰذا خوبصورتی کے لیے پلاسٹک سرجری کی اجازت میں شدت سے احتیاط کی گئی ہے اور اس کا اطلاق صرف ایسی صورتوں پر ہو سکتا ہے جو بیماری یا واضح عیب کے باعث ہوں، نہ کہ محض خواہش حسن کے لیے۔

کان چھیدنے کی شرعی حیثیت: فقہاء مذاہب اربعہ کا موقف

فقہاء احناف کے نزدیک بچیوں کے کان چھیدنا، اگر زینت اور جمال کے لیے ہو تو جائز ہے۔ کتاب رد المحتار علی الدر المختار میں آیا ہے کہ بچیوں کے کان چھیدنے میں کوئی حرج نہیں، اور تبیین الحقائق میں بھی اس کی اجازت دی گئی ہے۔[5]

فقہاء مالکیہ اس بارے میں سختی کرتے ہیں اور بچیوں کے کان چھیدنے کو جائز نہیں سمجھتے۔ شرح مختصر خليل للخرشي میں واضح ہے کہ بالیاں ڈالنے کے ارادے سے کان چھیدنا عورت کے لیے جائز نہیں ہے۔

فقہاء شوافع نے بھی کان چھیدنے کو ممنوع قرار دیا ہے۔ غاية البيان شرح زيد ابن رسلان میں آیا ہے کہ بچی کا کان چھیدنا تاکہ اس میں بالیاں لٹکائے جائے، یہ حرام ہے کیونکہ یہ بلا ضرورت زخم ہے۔

5(رد المحتار، دار الکتب الاسلامیہ، ۱۳۷۰ھ، ج ۲، ص ۳۲؛ تبیین الحقائق، مکتبہ صدیقی، ۱۴۰۰ھ، ج ۱، ص ۴۱۴)

Ibn ʻAbidin. *Radd al-Muhtar*. Lahore: Dar al-Kutub al-Islamiyyah, 1370 AH, vol. 2, p. 32; *Tabyin al-Haqa'iq*. Karachi: Maktabah Siddiqi, 1400 AH, vol. 1, p. 414.

فقہاء حنابلہ بھی بچیوں کے کان چھیدنے کے قائل نہیں ہیں۔ الاقناع میں واضح کیا گیا ہے کہ بچے کا کان چھیدنا جائز نہیں اور بچی کا کان چھیدنا حرام قرار دیا گیا ہے۔[6]

ناک چھیدنے کی شرعی حیثیت اور پلاسٹک سرجری کا فقہی جائزہ

فقہائے احناف کے نزدیک ناک میں نتھ ڈالنا جائز نہیں ہے، خصوصاً جب یہ خواتین کی زینت کے لیے کیا جائے۔ کتاب رد المحتار علی الدر المختار میں واضح ہے کہ ناک میں نتھ ڈالنا، جو بعض علاقوں میں رواج پایا جاتا ہے، کا حکم کان میں بالیوں کے مشابہ ہے اور اس میں احتیاط برتنی چاہیے۔ فقہائے شوافع نے بھی ناک چھیدنے کو جائز نہیں قرار دیا ہے۔ کتاب نہایۃ المحتاج میں بیان ہے کہ کانوں کی چھید کے حوالے سے قیاس کرتے ہوئے ناک چھیدنا جائز نہیں۔[7]

سلام میں شناخت پوشیدگی کے لیے جسمانی تبدیلی کا جواز

اگر کوئی مجرم اپنی شناخت چھپانے کے لیے چہرے کی پلاسٹک سرجری کرے تو یہ شرعاً جائز نہیں ہے، کیونکہ اس میں دھوکہ شامل ہے اور مظلوم کے حق تلفی کا سبب بنتا ہے۔ ہر مجرم سزا سے بچنے کے لیے ایسا کرے گا، جو عدل و انصاف کے خلاف ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص حقیقی طور پر اپنی جان کے خطرے میں ہو اور اس کی زندگی بچانے کا کوئی اور ذریعہ نہ ہو، تو اس کی شناخت چھپانے کے لیے چہرے کی سرجری کی اجازت ہے کیونکہ حفظ جان مقاصد شریعت میں شامل ہے۔ فقہائے احناف اور شوافع ناک چھیدنے کو عام طور پر ممنوع سمجھتے ہیں، جبکہ حنابلہ اسے زینت کے لیے جائز قرار دیتے ہیں، بشرطیکہ نقصان نہ پہنچے۔ خوبصورتی یا زینت کے لیے پلاسٹک سرجری کرنا شرعاً ناجائز ہے کیونکہ یہ اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کے زمرے میں آتا ہے۔ شناخت چھپانے کے لیے پلاسٹک سرجری کرنا عام حالات میں ناجائز ہے، مگر اگر زندگی بچانے کے لیے کوئی چارہ نہ ہو تو اس کی اجازت دی گئی ہے۔

اسلام میں انسانی اعضاء کی منتقلی: شرعی پہلو اور فقہی تعبیرات

اسلام میں انسانی اعضاء کی منتقلی ایک ایسا موضوع ہے جو جدید طبی ترقیات اور شرعی اصولوں کے تقابلی جائزے کا متقاضی ہے۔ اس ضمن میں مصنوعی اعضاء کی پیوندکاری ایک اہم اور نسبتاً متفق علیہ پہلو ہے۔ اس میں وہ اعضا شامل ہوتے ہیں جو جمادات یا نباتات سے تیار کیے گئے ہوں، جیسے مصنوعی دانت، ہڈی، یا جوڑ، اور ان کا مقصد انسانی جسم کے کسی نقص کو پورا کرنا ہوتا ہے۔ فقہائے کرام کی اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ اگر یہ مصنوعی اعضاء پاک ہوں اور ان میں کوئی نجاست یا

---

[6] (الاقناع، دار التراث، ۱۳۲۱ھ، ج ۱، ص ۲۲)

Al-Iqna‘. Cairo: Dar al-Turath, 1321 AH, vol. 1, p. 22.

[7] (علامہ ابن جماعہ، نہایۃ المحتاج الی شرح المنھاج، دار المعارف، ۱۳۷۰ھ، ج ۸، ص ۳۳)

‘Allamah Ibn Jama‘ah. *Nihayat al-Muhtaj ila Sharh al-Minhaj*. Cairo: Dar al-Ma‘arif, 1370 AH, vol. 8, p. 33

غیر شرعی مادہ شامل نہ ہو تو ان کا استعمال جائز ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ وہی ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے لیے پیدا کیا ہے۔ اس آیت سے فقہاء نے ایک اصول اخذ کیا ہے کہ تمام اشیاء میں اصل جواز ہے، جب تک کہ حرمت کی کوئی واضح دلیل نہ ہو۔ اس اصول کے تحت مصنوعی اعضاء کی پیوند کاری نہ صرف جائز بلکہ قابلِ ترغیب سمجھی گئی ہے، خصوصاً جب اس کا مقصد کسی عیب یا نقصان کی تلافی ہو۔ ایک مشہور واقعہ میں عرفجہ بن اسعد رضی اللہ عنہ کی ناک جنگ کے دوران کٹ گئی، تو انہوں نے چاندی کی ناک بنائی، جس میں بدبو آنے لگی۔ نبی کریم ﷺ نے انہیں سونے کی ناک بنانے کی اجازت دی، جو اس امر کی شرعی دلیل ہے کہ حادثاتی نقصان کی اصلاح کے لیے مصنوعی عضو استعمال کرنا جائز ہے۔ اس طرح کی اصلاحات، شریعت کے مقاصد میں سے حفظ نفس اور انسانی وقار کے تحفظ سے بھی مطابقت رکھتی ہیں۔ لہٰذا، اسلام میں مصنوعی اعضاء کی پیوند کاری شرعی اصولوں کے مطابق نہ صرف جائز ہے بلکہ انسانی فلاح کے ضمن میں قابلِ قدر قرار دی گئی ہے۔

اعضاء کی پیوند کاری کی شرعی حیثیت اور فقہی جائزہ

اعضاء کی پیوند کاری کے موضوع پر فقہاء کرام کے درمیان مختلف اقسام پر اتفاق اور اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس ضمن میں مصنوعی اعضاء کی پیوند کاری اور انسانی اعضاء کی پیوند کاری کے حوالے سے تفصیلی جائزہ لیا جاتا ہے۔

غیر حیوانی (مصنوعی) اعضاء کی پیوند کاری

فقہاء کرام کے نزدیک مصنوعی اعضاء کی پیوند کاری بالاتفاق جائز ہے، بشرطیکہ یہ نجاست اور ناپاکی سے پاک ہوں۔ ڈاکٹر وجیہ الرحیلی اپنی کتاب الفقہ الاسلامی وادلتہ میں بیان کرتے ہیں کہ اگر ناک کٹ جائے یا دانت گر جائیں تو انہیں سونے یا چاندی کا بنانا جائز ہے۔ یہ جمہور کی رائے ہے، جن میں امام محمد اور امام ابو یوسف بھی شامل ہیں۔ البتہ امام ابو حنیفہ کا کہنا ہے کہ دانتوں کو سونے کے بجائے چاندی سے باندھنا افضل ہے۔

"ناک جب کٹ جائے اور دانت گر جائے تو انہیں سونے یا چاندی کا بنانا جائز ہے۔ یہ جمہور کی رائے ہے اور امام محمد بھی ان میں شامل ہیں۔ امام ابو یوسف کے مطابق بھی یہی قول ہے، اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ دانت سونے کے ساتھ نہیں بلکہ چاندی کے ساتھ باندھے جائیں۔"[8]

انسانی اعضاء کی پیوند کاری

انسانی اعضاء سے پیوند کاری دو اقسام پر مشتمل ہے:

8(وجیہ الرحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر، ۱۴۲۵ھ، ج۴، ص ۲۶۳۳)

Wajih al-Ruhayli. *Al-Fiqh al-Islami wa Adillatuhu*. Beirut: Dar al-Fikr, 1425 AH, vol. 4, p. 2633.

(الف)خود کے جسم کے اعضاء کی پیوند کاری

کسی انسان کے اپنے جسم کے مختلف حصوں کو دوسرے عضو کے لیے استعمال کرنا، جیسے دانت یا جلد کی پیوند کاری۔ بدائع الصنائع میں ہے کہ اگر کسی کا دانت گر جائے تو اس کی دوبارہ جوڑائی ممکن ہے، لیکن امام ابو حنیفہ اور امام محمد کے نزدیک یہ عمل مکروہ ہے، جبکہ امام ابو یوسف کے نزدیک کوئی ممانعت نہیں۔ اس سلسلے میں فقہی اصول بھی ہے:

"الضرر یزال"[9]

ترجمہ: "ضرر کو زائل کرنا لازم ہے"۔

لہٰذا ضرورت کی بنا پر جسم کے اپنے حصے سے پیوند کاری جائز ہے، مگر معمولی یا غیر ضروری تبدیلی کی اجازت نہیں، کیونکہ فقہی قاعدہ ہے:

"ما أُبيح للضرورة يُقدّر بقدرها"[10]

"جو چیز ضرورت کی وجہ سے جائز ہو، وہ صرف ضرورت کے مطابق جائز ہوتی ہے"۔

(ب)دوسرے انسان کے جسم کے عضو کی پیوند کاری

کسی دوسرے انسان کے اعضاء کو اپنے جسم میں لگانے کے حوالے سے فقہاء میں اختلاف پایا جاتا ہے، خاص طور پر اس بات پر کہ آیا انسانی اعضاء کی عطیہ جائز ہے یا نہیں۔ اس پر مختلف مکاتب فکر کے فقیہہ مختلف آراء رکھتے ہیں۔ فقہ حنفی کے معروف فقیہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ انسانی جسم کے اجزاء سے نفع اٹھانا جائز نہیں، حتیٰ کہ بالوں کی خرید و فروخت بھی ممنوع ہے، کیونکہ انسان کی حرمت کے پیش نظر اس کے جسم کو صرف قابل احترام جانا جاتا ہے، قابل خرید و فروخت نہیں۔

انسانی اعضاء کے عطیہ کرنے کی شرائط اور معاصر علماء کا موقف

معاصر علماء نے انسانی اعضاء کے عطیہ کرنے کے حوالے سے واضح شرائط مقرر کی ہیں تا کہ اس عمل کی شرعی اور اخلاقی حیثیت کا تعین کیا جا سکے۔

(الف)علامہ یوسف القرضاوی کا نظریہ

علامہ یوسف القرضاوی کے مطابق انسانی اعضاء کا عطیہ کرنے کے لیے چند اہم شرائط ضروری ہیں:

---

[9](ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۹ھ، ص ۷۲)
Ibn Nujaym. *Al-Ashya' wa al-Naza'ir*. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1419 AH, p. 72.

[10](ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۹ھ، ص ۱۲۱)
Ibn Nujaym. *Al-Ashya' wa al-Naza'ir*. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1419 AH, p. 121.

- پہلی شرط: ایسا عضو عطیہ کرنا جائز نہیں جو ایک ہی ہو اور جس کے بغیر انسان زندہ نہ رہ سکے، مثلاً دل کا عطیہ۔
- دوسری شرط: ظاہری اعضاء جیسے ہاتھ یا پیر کا عطیہ دینا جائز نہیں۔
- تیسری شرط: عضو عطیہ کرنے سے عطیہ کرنے والے کے اہل و عیال کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ اگر نقصان ہو تو عطیہ جائز نہیں۔
- چوتھی شرط: عطیہ کرنے والا شخص بالغ اور عاقل ہو۔

"عضو کا عطیہ کرنا جس سے زندگی مشکل یا ناممکن ہو، جائز نہیں، اور نہ ہی ظاہری اعضاء کا عطیہ دینا قابل قبول ہے۔ علاوہ ازیں، عطیہ دینے والا بالغ اور عاقل ہونا چاہیے اور اس عمل سے اس کے اہل خانہ کو نقصان نہ پہنچے۔"[11]

(ب) مجمع الفقہ الاسلامی ہند کا نظریہ

مجمع الفقہ الاسلامی ہند نے انسانی اعضاء کے عطیہ کے حوالے سے واضح فتویٰ دیا ہے کہ:

- اگر کوئی مریض ایسی حالت میں ہو کہ اس کی جان خطرے میں ہو اور اس کے پاس متبادل کوئی دوسرا عضو نہ ہو،
- اور ماہر ڈاکٹر یقین رکھتے ہوں کہ کسی دوسرے انسان کا عضو عطیہ کرنے سے اس کی زندگی بچائی جاسکتی ہے،
- اور عطیہ دینے والے کی صحت پر کوئی منفی اثر نہ پڑے، تو ایسے عضو کا عطیہ بلا معاوضہ جائز ہے، بشرطیکہ یہ عمل زندگی بچانے کے مقصد کے لیے کیا جائے۔

"اگر کسی مریض کی زندگی عضو عطیہ کرنے سے بچائی جاسکتی ہو اور عطیہ دینے والے کی صحت متاثر نہ ہو تو یہ عمل شرعی طور پر جائز ہے۔"[12]

انسانی اعضاء کی پیوندکاری کے مجوزین کے دلائل

پیوندکاری کے حق میں جو دلائل دیے گئے ہیں، ان میں اہم روایت صحیح مسلم سے منقول ہے، جس میں حضرت محمد ﷺ نے ایک شخص کے بارے میں فرمایا:

"اگر کوئی شخص اپنی جان کو نقصان پہنچائے تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب دے گا جس عذاب سے کسی کو نہیں ڈرایا گیا۔"

11(یوسف القرضاوی، فتاوی مترجمہ، دار النوادر، لاہور، ۱۴۰۰ھ، ج ۲، ص ۲۲۱)

Yusuf al-Qaradawi. *Fatawa (Translated)*. Lahore: Dar al-Nawadir, 1400 AH, vol. 2, p. 221.

12(مجمع الفقہ الاسلامی ہند، فتاویٰ مجمع، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی، ۱۹۹۹ء، ص ۱۳)

Majma‘ al-Fiqh al-Islami – India. *Fatawa Majma‘*. Karachi: Idarat al-Qur’an wa al-‘Ulum al-Islamiyyah, 1999, p. 13.

یہ بیان اس بات کی تاکید ہے کہ اپنی جان کا تحفظ ہر صورت ضروری ہے اور جان بچانے کے لیے جائز وسائل استعمال کیے جا سکتے ہیں۔

اعضاء کے عطیہ کرنے اور موت کے بعد جسم کے احترام کے حوالے سے روایات کا فقہی تجزیہ

پہلی دلیل: وصیت میں جسم کے جلائے جانے اور اس کے شرعی مسائل

ایک روایت نقل کی جاتی ہے جس میں ایک شخص نے اپنی زندگی میں بہت زیادہ گناہ کیے اور موت کے وقت وصیت کی کہ اس کے جسم کو جلا دیا جائے، ریزہ ریزہ کر کے ہوا میں بکھیر دیا جائے یا سمندر میں پھینک دیا جائے۔ روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اس جسم کو پھر سے جوڑ دے اور پوچھا کہ اس عمل کی وجہ کیا ہے، تو اس شخص نے کہا کہ میں آپ کے خوف سے یہ کام کر رہا ہوں، جس پر اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا۔ مجامع فقہاء اور مجوزین اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ اگر موت کے بعد جسم کو جلانے کی وصیت جائز ہے تو انسان کے اعضاء کو عطیہ کرنا، خاص طور پر جب کسی کی جان بچانے کے لیے ہو، اور بھی زیادہ جائز ہو گا۔ لیکن اس روایت کا اصل سیاق وسباق اور شرعی حیثیت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ بنی اسرائیل کے کسی شخص کا ہے اور یہ وصیت شریعتِ محمدی میں جائز نہیں سمجھی گئی۔ امام مسلم نے بھی اس روایت کو وصیت کے باب میں شامل نہیں کیا بلکہ اسے باب فی سعة رحمة اللہ تعالی وانها سابقة میں ذکر کیا ہے، جو اللہ کی رحمت کی وسعت کی نشاندہی کرتا ہے نہ کہ جسم کے احترام یا وصیت کی حرمت کی دلیل۔

"یہ روایت بنی اسرائیل کے واقعے سے متعلق ہے اور شریعت اسلامیہ میں ایسی وصیت جائز نہیں۔
امام مسلم نے اس روایت کو وصیت کے باب میں شامل نہیں کیا، جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ عمل شرعی طور پر قابل قبول نہیں۔"[13]

دوسری دلیل: جسم کے کسی حصے کا صدقہ کرنے کی فضیلت

ایک معتبر حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص اپنے جسم کے کسی حصے کو صدقہ کرے، اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو اس صدقہ کے برابر معاف کر دیتا ہے۔"

یہ حدیث اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ انسانی جسم کا صدقہ دینا، مثلاً اعضاء کا عطیہ کرنا، نیک عمل کے برابر ہے اور اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اجر و ثواب دیتا ہے۔

اسی حدیث کا ایک اور لفظوں میں بیان یہ ہے:

---

13 (صحیح مسلم، باب فی سعة رحمة اللہ تعالی وانها سابقة، دار الفکر، دمشق، ۱۴۰۵ھ، ج۴، ص ۲۱۱۰)
Sahih Muslim, Book: "On the Vastness of Allah's Mercy and that It Precedes," Damascus: Dar al-Fikr, 1405 AH, vol. 4, p. 2110.

"جو شخص اپنے جسم کا کوئی حصہ صدقہ کرے، اسے اللہ تعالیٰ اس کے صدقہ کے برابر جزا دیتا ہے۔"

یہ دلیل اس بات کی تائید کرتی ہے کہ انسانی جسم کے اعضاء کو عطیہ کرنا، اگر اس سے کسی کی جان بچائی جا سکے تو نہ صرف جائز بلکہ باعث ثواب بھی ہے۔

"اللہ تعالیٰ کی رحمت اس قدر وسیع ہے کہ جو شخص اپنے جسم کا کوئی حصہ صدقہ کرے، اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گناہوں کی معافی عطا کرتا ہے اور اسے جزا بھی دیتا ہے۔"[14]

موت کے بعد جسم کے جلائے جانے کی وصیت شریعتِ محمدی میں جائز نہیں سمجھی گئی، اور اس حوالے سے آنے والی روایت کا سیاق و سباق خاص ہے جو مسلمانوں پر لاگو نہیں ہوتا۔ تاہم، نبی کریم ﷺ کی وہ حدیث جس میں جسم کے کسی حصے کو صدقہ کرنے کی فضیلت بیان ہوئی ہے، انسانی اعضاء کے عطیہ کرنے کی شرعی جواز کی مضبوط دلیل ہے۔ اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اگر اعضاء کے عطیہ سے کسی کی جان بچائی جا سکتی ہے تو یہ عمل نہ صرف جائز بلکہ اجر کا باعث بھی ہے۔

انسانی اعضاء کے عطیہ کرنے کی روایتوں کا مفہوم اور ان کا شرعی تاثر

ان مذکورہ حدیث و روایات سے بعض فریقین یہ استنباط کرتے ہیں کہ انسانی اعضاء کے عطیہ کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ اس میں اجر و ثواب بھی ہے۔ لیکن علمی تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ ان روایات میں انسانی اعضاء کے عطیہ کرنے کا جو مطلب نکالا جاتا ہے وہ قطعی نہیں بلکہ اصل میں یہ روایتیں جنایت معاف کرنے کی فضیلت بیان کرتی ہیں۔ یعنی اگر کوئی شخص کسی جانی کو بخش دے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔ اسی طرح ان روایات کا دوسرا مفہوم یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے جسم کے اعضاء کے ذریعے نیک اعمال انجام دیتا ہے تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ اسے اجر دیتا ہے۔

فقہ حنفی کے معتبر تفسیر فیض القدیر شرح جامع الصغیر میں ان روایات کی وضاحت کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ:

"من حلى عمله انسان كان قطع منه عضوا أو أزال منفعته فعفا عنه لوجه الله، أثابه الله تعالى عليه بقدر الجناية ويحتمل أن المراد بالتصدق بذلك أن يباشر بعض الطاعة ببعض بدنه كان نزيل الأذى عن الطريق بيده فيثاب بقدر ذلك"[15]

---

[14] (البیثمی، علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، دار المھاجرین للتراث، بیروت، ۱۴۱۰ھ، ج ۲۰، ص ۳۰۲)
Al-Bushmi, ‘Ali ibn Abi Bakr. *Majma‘ al-Zawa’id wa Manba‘ al-Fawa’id*. Beirut: Dar al-Muhajirin li al-Turath, 1410 AH, vol. 20, p. 302.

[15] (الحدادی، عبد الرؤوف زین الدین، فیض القدیر شرح جامع الصغیر، مصر: المحکمۃ التجاریۃ الکبری، ۱۳۵۶ھ، ج ۲، ص ۱۰۶)
Al-Haddadi, ‘Abd al-Ra’uf Zayn al-Din. *Fayd al-Qadir Sharh Jami‘ al-Saghir*. Egypt: al-Mahkama al-Tijariyya al-Kubra, 1356 AH, vol. 2, p. 106.

جس نے کسی انسان کا کوئی عضو کاٹا یا اس کی منفعت کو ختم کیا اور اس شخص نے اسے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے معاف کیا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس گناہ کے بدلے اجر دے گا۔ اور ممکن ہے اس سے مراد یہ ہو کہ اگر انسان اپنے جسم کے کسی حصے سے نیک عمل انجام دیتا ہے، مثلاً راستے سے رکاوٹ یا تکلیف ہٹاتا ہے تو اسے اس عمل کے بدلے اجر ملے گا۔

إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ[16]

"بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور مال ان کے بدلے خرید لیے ہیں کہ ان کے لیے جنت ہے"۔

اس آیت سے فقہاء نے استدلال کیا ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جانوں کو اپنی ملکیت میں لے لیا، یعنی جان کی ملکیت کا تصور وجود میں آیا، اس لیے انسان اپنی جان اور جسم کے دیگر اعضاء کا مالک ہے اور اپنی مرضی سے انہیں عطیہ کر سکتا ہے۔ تاہم اس آیت میں لفظ شراء کا مطلب اصطلاحی خرید و فروخت نہیں بلکہ مجازاً اسے استعمال کیا گیا ہے تاکہ مومنوں کی جانوں اور مال کی قربانی کی عظمت کو ظاہر کیا جا سکے۔

امام جصاص اپنے تفسیر احکام القرآن میں فرماتے ہیں:

"اس آیت میں شراء بطور مجاز استعمال ہوا ہے، کیونکہ مشتری اصل میں وہ ہوتا ہے جو غیر ملکیتی چیز کو خریدتا ہے، جبکہ اللہ تعالیٰ مومنین کی جانوں کا مالک ہے"۔[17]

ان روایات اور آیات کا مجموعی مفہوم یہ ہے کہ انسانی جسم کے اعضاء کا عطیہ کرنا، خصوصاً ضرورت کے وقت اور جان بچانے کے مقصد سے، شرعی اعتبار سے جائز ہے اور اس میں اجر و ثواب کی بشارت بھی موجود ہے، لیکن یہ عمل بالواسطہ نیکی و صدقہ کے دائرے میں آتا ہے۔

البتہ جو لوگ ان روایات کو صرف انسانی اعضاء کے عطیہ کی جواز اور اجر کی دلیل سمجھتے ہیں، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ روایات کے اصل سیاق و معنی اور فقہی مباحث کو مد نظر رکھیں۔

انسانی اعضاء کے عطیہ کرنے کے شرعی قواعد اور ان کے ممکنہ مضرات

انسانی جان اور مال کی ملکیت اور صدقہ کی مثال

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ملکیت کا تصور واضح کیا گیا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

مَن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا[18]

---

[16](التوبہ:۱۱۱)

Surah al-Tawbah 9:111.

[17](جصاص، امام احمد بن محمد، احکام القرآن، دار الکتب العلمیہ، لبنان، ۱۴۰۴ھ، ج ۲، ص ۳۸۴)

Al-Jassas, Imam Ahmad ibn Muhammad. *Ahkam al-Qur’an*. Lebanon: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1404 AH, vol. 2, p. 384.

[18](البقرہ:۲۴۵)

Surah al-Baqarah 2:245.

یعنی کون ایسا ہے جو اللہ کو اچھا قرض دے؟ یہاں صدقہ کو قرض کا مجازی نام دیا گیا ہے، جو اس کے اجر و ثواب کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انسان کے اموال اور جان اللہ کی ملکیت ہیں اور ان کا درست مصرف ثواب کا باعث بنتا ہے۔[19]

قاعدہ اصولی: الضرورات تبیح المحظورات

فقہاء اصولیین کے نزدیک ایک مسلمہ قاعدہ ہے:

"الضرورات تبيح المحظورات"[20]

ضروریات ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں۔

اس قاعدے کی بناء پر انسانی اعضاء کے عطیہ کو بھی جائز سمجھا جا سکتا ہے کیونکہ یہ امر بعض حالات میں ضروری سمجھا جاتا ہے۔

فقہی اعتراض اور استثناء: انسانی اعضاء کا عطیہ اضطرار کی حالت میں بھی ممنوع

تاہم فقہ حنفی کی معروف کتاب تاویہ ہندیہ میں انسانی اعضاء کے عطیہ کو یہاں تک مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے کہ حتیٰ کہ ضرورت کی حالت میں بھی انسانی جسم کا کوئی عضو بطور خوراک استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

کتاب میں بیان ہے کہ اگر کوئی شخص جان بچانے کے لئے مردہ جانور نہ پائے اور اسے یہ حکم دیا جائے کہ میرا ہاتھ کاٹ کر کھاؤ تو یہ جائز نہیں، کیونکہ مضطر کو اپنے جسم کا گوشت کھانے کی اجازت نہیں۔[21]

انسانی اعضاء کے عطیہ کے مضمرات

حدیث کی مخالفت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

---

[19] (جصاص، احمد بن علی ابو بکر، احکام القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ، ج۳، ص ۲۰۲)
Al-Jassas, Ahmad ibn ‘Ali Abu Bakr. *Ahkam al-Qur’an*. Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1415 AH, vol. 3, p. 202.

[20] (الاشباہ والنظائر، علی بن نجیم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ، ج۱۰، ص ۷۳)
Ibn Nujaym. *Al-Ashbah wa al-Naza’ir*. Beirut: Dar al-Kutub al-‘Ilmiyyah, 1423 AH, vol. 10, p. 73.

[21] (کاشی، امام ابو محمد علی بن حسین، تاویہ ہندیہ، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ج۵۰، ص۳۳۸)
Al-Kashi, Imam Abu Muhammad ‘Ali ibn Husayn. *Al-Fatawa al-Hindiyyah*. Beirut: Dar al-Fikr, 1405 AH, vol. 50, p. 338.

"كسر عظم الميت ككسره حيا"[22]

میت کی ہڈی توڑنا ایسے ہی ہے جیسے زندہ کی ہڈی توڑی جائے۔

یہ حدیث اعضاء کی حرمت اور ان کی توہین سے منع کرتی ہے۔

انسانی اعضاء کے کاروبار کا خطرہ

اگر علی الاطلاق انسانی اعضاء کے عطیہ کی اجازت دے دی جائے تو اس سے بازاروں میں انسانی اعضاء کا کاروبار شروع ہونے کا اندیشہ ہو گا، جو اخلاقی اور سماجی اعتبار سے نہایت خطرناک ہے۔ اگرچہ قرآن و حدیث کی روشنی میں انسانی جان و مال اللہ کی ملکیت ہے اور اصولی طور پر صدقات و عطیات کی فضیلت بیان ہوئی ہے، لیکن فقہی اصول اور احادیث کی روشنی میں انسانی اعضاء کے عطیہ کو بعض حدود اور پابندیوں میں رکھا گیا ہے۔ ضرورت کی حالت میں بھی انسانی اعضاء کا عطیہ صرف خاص اور محدود شرائط کے تحت جائز ہو سکتا ہے، اور اس میں جان اور جسم کی حرمت کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔

انسانی اعضاء کے عطیہ کے معاشرتی، اخلاقی اور شرعی مفاسد:

معاشی بدحالی اور غربت کے سبب اگر انسانی اعضاء کے عطیہ یا فروخت کی اجازت عام طور پر دے دی جائے تو یہ خطرہ ہے کہ غریب و نادار افراد اپنے جسمانی اعضاء کو بیچنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ یہ نہ صرف انسانی وقار اور عزت نفس کے خلاف ہے بلکہ ایک قسم کا غیر محسوس ظلم بھی ہے۔ اعضاء کی خرید و فروخت کا دروازہ کھلنے سے معاشرے میں جرائم کی نئی راہیں ہموار ہوں گی۔ اغواء برائے اعضاء، قتل برائے تجارت اور دیگر مجرمانہ اقدامات میں اضافہ ممکن ہے۔ اس کے نتیجے میں ہر شخص عدم تحفظ کا شکار ہو جائے گا اور معاشرتی امن و سکون ختم ہو جائے گا۔ اگر انسان کے جسمانی اعضاء کو عطیہ یا فروخت کے لیے عمومی طور پر جائز قرار دے دیا جائے تو لاوارث لاشوں کو کاروباری مقصد کے لیے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اس سے نہ صرف میت کی بے حرمتی ہو گی بلکہ انسانیت کی توہین بھی ہو گی۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ[23]

---

[22](سنن ابی داوٗد، باب في الحفار يجيد العظم، دار الفكر، بيروت، ۱۴۰۰ھ، ج ۲، ص ۲۱۲)

Sunan Abi Dawud, Book: "On the Digger Who Finds Bones," Beirut: Dar al-Fikr, 1400 AH, vol. 2, p. 212.

[23](النحل:۵)

Surah al-Nahl, 16:5.

"اور اُس نے چوپائے پیدا کیے جن میں تمہارے لیے گرمی کا سامان ہے، اور بہت سے دوسرے فوائد بھی ہیں، اور انھی میں سے تم کھاتے ہو۔"

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حیوانات کے ذریعے انسان فائدہ حاصل کر سکتا ہے، بشرطیکہ شرعی حدود کا لحاظ رکھا جائے. اگر کوئی جانور شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو تو اس کے اعضاء سے استفادہ جائز ہے، چاہے وہ تر ہوں یا خشک۔ البتہ خنزیر کے اعضاء سے کسی بھی حالت میں استفادہ جائز نہیں کیونکہ وہ نجس العین ہے۔ اسی طرح اگر کوئی جانور شرعی طریقے سے ذبح نہ کیا گیا ہو (یعنی مردار ہو)، تو اس کی تر ہڈی سے علاج اور استفادہ جائز نہیں۔ تاہم خشک ہڈی سے علاج کی اجازت دی گئی ہے۔ لیکن اگر حالت اضطرار ہو (یعنی جان بچانے کا کوئی اور ذریعہ نہ ہو)، تو بعض صورتوں میں تر ہڈی سے بھی علاج کی اجازت فقہاء نے دی ہے چنانچہ فتاویٰ ہندیہ میں بیان کیا گیا ہے کہ:

"امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انسان اور خنزیر کے علاوہ بکری، گائے، اونٹ، گھوڑا اور دیگر حیوانات کی ہڈی سے علاج کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ شرعی طریقے سے ذبح کیے گئے ہوں۔ کیونکہ مذبوح جانور کی ہڈی پاک ہوتی ہے، خواہ تر ہو یا خشک، اور اس سے انتفاع جائز ہے۔ البتہ مردار جانور کی تر ہڈی سے استفادہ جائز نہیں جبکہ خشک ہڈی سے استفادہ جائز ہے۔"[24]

انسانی اعضاء کے عطیہ اور پیوندکاری کا مسئلہ نہایت نازک ہے، جس میں معاشرتی، اخلاقی اور شرعی پہلوؤں کو مدنظر رکھنا ناگزیر ہے۔ اعضاء کے عطیہ کا عمومی جواز ایسے فتنوں کا سبب بن سکتا ہے جو نہ صرف فرد کی حرمت و وقار کے خلاف ہیں بلکہ اجتماعی امن کو بھی خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔ اسلام نے ہر انسان کی جان، مال اور جسمانی اعضا کو محترم قرار دیا ہے، اور ان کے تحفظ کے لیے سخت حدود متعین کی ہیں۔ لہٰذا انسانی اعضاء کی فروخت، لاشوں کی بے حرمتی اور انسانی عزت کی پامالی کے ہر دروازے کو بند کرنا شرعی و اخلاقی فریضہ ہے۔

تبدیلی جنس کی شرعی حیثیت:

اسلامی شریعت میں اللہ تعالیٰ کی تخلیق میں تغیر و تبدل کرنا ایک بڑا گناہ اور معصیت شمار کیا گیا ہے۔ جو شخص مکمل مرد یا مکمل عورت ہو، اور اس کے جنسی اعضاء فطری و تکوینی طور پر مکمل ہوں، اس کے لیے جنس کو تبدیل کرنا "تغییر خلق اللہ" کے زمرے میں آتا ہے، جس کی صراحت قرآن و سنت میں ممانعت کے ساتھ آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَآمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللَّهِ ۚ وَمَن يَتَّخِذِ ٱلشَّيْطَـٰنَ وَلِيًّا مِّن دُونِ ٱللَّهِ فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِينًا[25]

---

[24](کاشی، امام ابو محمد علی بن حسین، الفتاویٰ الہندیہ، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ، ج۵، ص ۳۵۴)

Al-Kashi, Imam Abu Muhammad ʻAli ibn Husayn. *Al-Fatawa al-Hindiyyah*. Beirut: Dar al-Fikr, 1405 AH, vol. 5, p. 354.

[25](النساء:۱۱۹)

Surah al-Nisa’ 4:119.

"اور میں انہیں ضرور حکم دوں گا تو وہ اللہ کی بنائی ہوئی ساخت کو بدل ڈالیں گے، اور جس نے اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنایا، وہ صریح خسارے میں پڑ گیا۔"

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین نے واضح کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ فطرت میں غیر ضروری اور مصنوعی تبدیلی کرنا شیطانی عمل ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے بغاوت ہے۔

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا مؤقف:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے بال جوڑنے والی، بال جوڑوانے والی، گودنے والی، گودوانے والی، اور چہرے کے بال نوچنے والی پر، جو اللہ کی تخلیق میں تبدیلی کرتی ہیں۔"[26]

امام ابو داؤد نے بھی اس مفہوم کو روایت کیا ہے اور اپنی "رسالہ اہل مکہ" میں تصریح فرمائی ہے کہ جو چیزیں ان کی سنن میں ذکر نہیں ہوئیں، وہ ان کے نزدیک اصل میں جائز ہیں، مگر جہاں صریح ممانعت آجائے، وہاں وہ فعل حرام ہو گا۔[27]

خلقت میں تبدیلی کے مفہوم پر علماء کا مؤقف:

امام شوکانی، امام ابن تیمیہ، اور دیگر اکابر علماء نے واضح کیا ہے کہ "تغییر خلق اللہ" سے مراد وہ تمام غیر فطری تبدیلیاں ہیں جن کا مقصد جنسی شناخت یا ظاہری ہیئت میں بنیادی فرق لانا ہو۔ امام شوکانی فرماتے ہیں:

"جو عورت مردوں کی مشابہت اختیار کرے یا مرد عورتوں کی، وہ تغییر خلق اللہ میں شامل ہے۔"[28]

تبدیلی جنس اور شرعی نقطۂ نظر:

تبدیلی جنس کی اجازت صرف اُس صورت میں دی جاسکتی ہے جب کسی شخص میں خنثیٰ مشکل (یعنی ایسا انسان جس کی جنسی پہچان فطری طور پر مشتبہ ہو) کا وجود ہو۔ ایسی صورت میں ماہر اطباء کی شہادت اور شرعی ماہرین کے مشورے سے جنس کا تعین کر کے جسمانی اصلاح کی جاسکتی ہے۔ مگر عام مرد یا عورت کے لیے، جس کے جنسی اعضاء اور جسمانی ساخت مکمل طور پر واضح ہو، تبدیلی جنس کو جائز قرار دینا، شریعت کے واضح احکامات کے خلاف ہے اور انسانی فطرت کے ساتھ کھلواڑ ہے۔ اسلام میں تبدیلی جنس کی عام اجازت نہیں دی گئی۔ مکمل مرد یا مکمل عورت کے لیے اپنے اعضا اور جنس کو تبدیل

---

[26] (بخاری، کتاب اللباس، باب المتوشمات، ج ۷، ص ۲۱۴)

Sahih al-Bukhari, Book: "Clothing," Chapter on Women Who Tattoo, vol. 7, p. 214.

[27] (ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۰ھ، ج ۴، ص ۱۱۶)

Abu Dawud, Sulaiman ibn Ash'ath. *Sunan Abi Dawud*. Beirut: Dar al-Fikr, 1400 AH, vol. 4, p. 116.

[28] (نیل الاوطار، شوکانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ، ج ۲، ص ۷۹)

Al-Shawkani. *Nayl al-Awtar*. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1421 AH, vol. 2, p. 79.

کروانا حرام ہے کیونکہ یہ تغییر خلق اللہ اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر اعتراض کے مترادف ہے۔ تاہم خنثیٰ مشکل جیسے خاص کیس میں، جب کوئی طبی بنیاد موجود ہو، اور فقہاء اور ماہر اطباء کی تصدیق شامل ہو، تو جسمانی اصلاح کی حد تک اجازت دی جا سکتی ہے، نہ کہ جنس کی تبدیلی کی نیت سے۔

تعیینِ جنس کا شرعی حکم:

اگر کسی انسان میں مرد اور عورت دونوں کی جنسی علامات بیک وقت پائی جائیں، تو شریعت اس حالت کو خنثیٰ مشکل قرار دیتی ہے۔ ایسی صورت میں شرعی اور طبی اصولوں کے مطابق یہ جانچ ضروری ہوتی ہے کہ کون سی علامات غالب ہیں۔ اگر مردانہ علامات نمایاں ہوں، جیسے پیشاب کا راستہ، داڑھی کا اگنا، یا آواز کی سختی، تو ایسی صورت میں مردانہ جنس کی تعیین کی جائے گی اور زنانہ صفات کو طبی طریقے سے ختم کرنا شرعاً جائز ہو گا۔ اسی طرح اگر زنانہ علامات غالب ہوں، جیسے حیض کا آنا، پستان کا نمودار ہونا، یا نرم آواز، تو ایسی حالت میں عورت کی جنس غالب قرار دی جائے گی اور مردانہ صفات کو ختم کرنے کی شرعی اجازت ہو گی۔ یہ عمل "تعیینِ جنس" کہلاتا ہے، نہ کہ تبدیلِ جنس، کیونکہ اس میں طبی اصلاح کے ذریعے موجودہ غیر واضح حالت کو واضح کیا جاتا ہے، اور یہ عمل کسی فطری خلقت کو بدلنے کے زمرے میں نہیں آتا بلکہ شرعی طور پر عیب کی اصلاح ہے۔

حسن و جمال کے لیے ادویات کا پس منظر

موجودہ دور میں جسمانی حسن میں اضافہ کرنے کے لیے مختلف مصنوعی اشیاء استعمال کی جا رہی ہیں جیسے کہ جلد کو چمکانے والی کریمیں، وزن گھٹانے یا بڑھانے والی ادویات، چہرے کو تروتازہ رکھنے والے انجیکشنز (جیسے بوٹوکس وغیرہ)، بالوں کی رنگت تبدیل کرنے والے کیمیکل، اور مختلف اقسام کے سپرے وغیرہ۔ ان مصنوعات میں حیوانی، نباتاتی، معدنی اور کیمیکل اجزاء شامل ہوتے ہیں۔ چونکہ ان اشیاء کی ترکیب اور مقصد میں تنوع پایا جاتا ہے، اس لیے ہر ایک کے فقہی حکم کو الگ الگ بیان کرنا ایک طویل اور دقیق کام ہے۔ لہٰذا ان اشیاء کی حلت یا حرمت کے تعین کے لیے اصولی فقہی قواعد کو بنیاد بنایا جائے گا۔

چند اہم فقہی اصول

1۔ اشیاء میں اصل اباحت ہے

اسلامی فقہ کا ایک معروف قاعدہ یہ ہے:

"الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على التحريم"

"اشیاء میں اصل حکم اباحت ہے، جب تک کہ اس کی حرمت پر کوئی شرعی دلیل قائم نہ ہو۔"

یہ قاعدہ ہمیں بتاتا ہے کہ ہر وہ چیز جو انسان کے فائدے کے لیے پیدا کی گئی ہو، وہ بذات خود حلال ہے جب تک کہ قرآن، حدیث یا اجماع سے اس کی حرمت پر کوئی دلیل نہ ملے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

هُوَ الَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا

"وہی (اللہ) ہے جس نے زمین میں جو کچھ ہے، تمہارے لیے پیدا کیا۔"[29]

اس آیت کی روشنی میں فقہاء نے درج ذیل قاعدہ بیان کیا:

"الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على التحريم"

یعنی جب تک کسی شے کی حرمت پر واضح دلیل نہ ہو، وہ چیز مباح اور جائز تصور کی جائے گی۔

اشیاء کے داخلی اور خارجی استعمال میں فقہی فرق

اسلامی فقہ میں اشیاء کے استعمال کے دو بنیادی پہلو ہوتے ہیں: داخلی استعمال (جیسے کھانا، پینا یا جسم کے اندرونی حصوں میں داخل کرنا) اور خارجی استعمال (جیسے جسم پر لگانا، لگژری یا تزئینی مقاصد سے استعمال کرنا)۔ ان دونوں اقسام کے استعمال کا شرعی حکم یکساں نہیں ہوتا۔ بعض اشیاء ایسی ہوتی ہیں جن کا کھانا یا پینا (داخلی استعمال) شرعاً ممنوع ہوتا ہے، لیکن وہی اشیاء اگر ظاہری استعمال کے لیے ہوں تو جائز قرار دی جاتی ہیں، بشرطیکہ نجاست یا حرمت کے شرعی اصولوں کی خلاف ورزی نہ ہو۔

حیوانات کی اقسام کے اعتبار سے حکم

فقہی کتب میں حیوانات کو ان کے خون کی نوعیت کے اعتبار سے تین اقسام میں تقسیم کیا گیا ہے:

1. ایسے حیوانات جن میں بالکل خون نہیں ہوتا۔
2. ایسے حیوانات جن میں خون ہوتا تو ہے، لیکن وہ بہنے والا نہیں ہوتا۔
3. ایسے حیوانات جن میں بہنے والا خون پایا جاتا ہے۔

اس تقسیم کی بنیاد پر ہر ایک کے استعمال کا حکم مختلف ہے۔ امام کاسانیؒ البدائع میں فرماتے ہیں:

"وأما الذي يعيش في البر فأنواع ثلاثة: ما ليس له دم أصلا، و ما له دم غير سائل، و ما له دم سائل"

[29] (سورۃ البقرۃ: ۲۹)

Surah al-Baqarah 2:29.

"اور جو حیوان خشکی میں رہتے ہیں، وہ تین اقسام کے ہیں: بعض وہ جن میں سرے سے خون نہیں، بعض وہ جن میں خون ہے مگر بہنے والا نہیں، اور بعض وہ جن میں بہنے والا خون موجود ہے۔"[30]

حرمت کے اسباب میں کرامت

فقہی اصول کے مطابق جن اشیاء یا اجسام کو شریعت نے محترم قرار دیا ہو، ان کا استعمال حرمت کے دائرے میں آتا ہے۔ جیسے انسان کا جسم اور گوشت۔ اس بارے میں امام جصاصؒ لکھتے ہیں:

"تحريم لحم الإنسان لِحُرمته"[31]

"انسان کے گوشت کی حرمت اس کی حرمت و کرامت کی وجہ سے ہے۔"

خارجی و داخلی استعمال کے فقہی احکام میں فرق کو ملحوظ رکھنا نہایت اہم ہے۔ اگر کوئی دوا یا کاسمیٹک پاک اجزاء پر مشتمل ہو، اور وہ کسی ایسی مخلوق سے حاصل کی گئی ہو جس میں بہنے والا خون نہ ہو، تو اس کا خارجی استعمال شرعاً درست ہے۔ اگر وہی اجزاء اندرونی استعمال کے لیے ہوں، تو وہ تبھی جائز ہوں گے جب انقلابِ ماہیت (transformation) سے وہ اپنی اصلی حالت کھو چکے ہوں. انسان یا دیگر محترم اشیاء کا استعمال حرمت کے زمرے میں آتا ہے۔

حرمتِ اشیاء کے اسباب:

اسلامی فقہ میں کسی چیز کے استعمال کی حرمت یا اباحت کا فیصلہ متعدد اصولوں پر مبنی ہوتا ہے۔ ان اصولوں میں سے چند اہم اصول درج ذیل ہیں جن کی روشنی میں کسی دوا، کاسمیٹک یا دیگر مصنوعات کی شرعی حیثیت کا تعین کیا جاتا ہے۔ اس فصل میں تین بنیادی اسباب یعنی: ضرر (نقصان دہ ہونا)، اسکار (نشہ آور ہونا) اور نجاست کی روشنی میں اشیاء کی حرمت کا مفصل جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔

1. ضرر (نقصان دہ ہونا)

اسلام نے انسانی جسم، صحت اور جان کی حفاظت کو بنیادی اہمیت دی ہے۔ کسی ایسی چیز کا استعمال جو انسانی جسم یا صحت کے لیے نقصان دہ ہو، فقہی طور پر ممنوع قرار دیا جاتا ہے۔ اس اصول کی بنیاد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشہور فرمان پر ہے:

30(کاسانی، البدائع الصنائع، جلد ۵، ص ۳۶، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت)
Al-Kasani. *Al-Bada'i' al-Sana'i'*. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, vol. 5, p. 36.

31(جصاص، احمد بن علی، شرح مختصر الطحاوی، جلد ا، صفحہ ۲۸۸، مطبوعہ: دارالبشائر، بیروت، 1431ھ)
Al-Jassas, Ahmad ibn 'Ali. *Sharh Mukhtasar al-Tahawi*. Beirut: Dar al-Bashair, 1431 AH, vol. 1, p. 288.

"لَا ضَرَرَ وَلَا ضِرَارَ"[32]

ترجمہ: "نہ (کسی کو) نقصان دینا جائز ہے اور نہ خود نقصان اٹھانا۔"

اس حدیث کی صحت پر متعدد محدثین نے گفتگو کی ہے۔ امام مالکؒ نے اس کو مرسلاً روایت کیا، جب کہ ابن ماجہؒ نے اسے حضرت ابن عباس، عبادہ بن صامت، اور ابو سعید خدری رضی اللہ عنہم سے مسنداً نقل کیا۔ امام بیہقیؒ نے کہا کہ اس حدیث کو عثمان بن محمد الدراوردي نے روایت کیا اور اس کی متابعت عبد الملک بن معاذ النصیبی نے بھی کی، جیسا کہ امام ابن عبد البرؒ نے التمھید اور الاستذکار میں ذکر کیا۔

2. اسکار (نشہ آور ہونا)

اسلام میں ہر قسم کی نشہ آور چیز حرام قرار دی گئی ہے، خواہ وہ شراب کی صورت میں ہو یا کوئی اور نشہ آور مادہ، جیسے بنگ، افیون یا نشہ پیدا کرنے والے کیمیکل۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا واضح ارشاد ہے:

"كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ"[33]

ترجمہ: "ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔"

فقہائے کرام نے اسی اصول کو ایک ضابطے کے طور پر بیان فرمایا:

"ضبط أهل الفقه حرمة التناول إما بالإسكار كالبنج"[34]

"اہلِ فقہ کے نزدیک کھانے کی حرمت کا ضابطہ نشہ پیدا کرنے والی اشیاء کا استعمال ہے، جیسے بنگ۔"

یہ قاعدہ نہ صرف مشروبات بلکہ دیگر نشہ آور عناصر پر بھی لاگو ہوتا ہے، جیسے کاسمیٹک مصنوعات میں شامل کچھ کیمیکلز جن میں نشہ آور خاصیت ہو، ان کا استعمال (خصوصاً داخلی طور پر) فقہاً ممنوع ہے۔

3. نجاست

نجاست کا استعمال نہ صرف عبادات بلکہ عادات اور معاملات میں بھی ممنوع ہے۔ اگر کوئی دوا یا زینتی مصنوعات نجس اجزاء پر مشتمل ہوں، جیسے خون، پیشاب، یا حرام جانوروں کے اجزاء (بغیر انقلابِ ماہیت کے)، تو ان کا استعمال شرعاً جائز نہیں۔

---

[32] (ابن ماجہ، السنن، کتاب الأحکام، باب من بنیان حقر مابیر، حدیث 2340)

Ibn Majah. *Sunan*, Book of Rulings, Chapter: On Building Over a Well, Hadith 2340.

[33] (سنن ابی داوٗد، کتاب الأشربہ، باب النہی عن المسکر، حدیث 3286)

Sunan Abi Dawud, Book of Drinks, Chapter: Prohibition of Intoxicants, Hadith 3286.

[34] (ابن عابدین، العقود الدریۃ، جلد 2، صفحہ 332، دار المعرفۃ، بیروت)

Ibn ʻAbidin, Muhammad Amin ibn ʻUmar. *Al-ʻUqud al-Durriyya fi Tanqih al-Fatawa al-Hamidiyya*. Beirut: Dar al-Maʻrifah, vol. 2, p. 332.

یہ حکم اس اصول پر مبنی ہے کہ شریعت نے نجاست سے اجتناب کا واضح حکم دیا ہے:

"إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ التَّوَّابِينَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ"[35]

"بیشک اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔"

فقہی طور پر اگر کوئی دوا یا کاسمیٹک مصنوعات ایسے اجزاء پر مشتمل ہو جو نجاست کے دائرے میں آتے ہیں، اور ان میں قلبِ ماہیت (Transformation) بھی نہ ہو، تو اس کا استعمال ممنوع قرار پائے گا۔ ان تمام اصولوں کی روشنی میں درج ذیل نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں:

- جو دوا یا زینتی مصنوعہ انسانی جسم کے لیے نقصان دہ ہو، اس کا استعمال شرعاً ممنوع ہے۔
- ہر نشہ آور شے کا استعمال حرام ہے، چاہے وہ دوا میں شامل ہو یا زینتی اشیاء میں۔
- نجاست پر مبنی اجزاء، جب تک ان میں انقلابِ ماہیت نہ ہو جائے، ان کا استعمال ناجائز ہے۔
- ان تمام اصولوں کا اطلاق دوا، کاسمیٹکس، انجیکشنز، سپرے، یا دیگر مصنوعات پر ہو گا، جن کا استعمال تزئین یا علاج کے مقصد سے کیا جاتا ہو۔

ادویات، انجیکشنز اور زینتی اشیاء کا شرعی حکم:

تمام وہ اشیاء جو جمادات، نباتات یا حلال جانوروں (جنہیں شرعی طریقہ سے ذبح کیا گیا ہو) سے تیار کی گئی ہوں اور جن میں نہ کوئی نجس، خبیث یا نشہ آور جز شامل ہو، ان کا استعمال شرعاً جائز ہے۔ تاہم، اگر کسی دوا، کریم، ٹیکے یا کسی بھی زیبائشی چیز میں مندرجہ بالا مذکورہ تینوں یا کسی ایک سبب کی بنا پر حرمت کا پہلو موجود ہو تو اس کا استعمال ممنوع ہو گا۔

ادویات، انجیکشنز اور زیب وزینت کے سامان کا شرعی حکم: ایک فقہی واصولی جائزہ:

اسلامی فقہ میں اشیاء کی حرمت و حلت کے اصول بڑے جامع اور فطرت سے ہم آہنگ ہیں۔ فقہائے کرام کے نزدیک قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ:

"الأصل في الأشياء الإباحة حتى يدل الدليل على التحريم"[36]

"اشیاء میں اصل اباحت (جواز) ہے، جب تک اس کے حرام ہونے پر کوئی شرعی دلیل قائم نہ ہو۔"

---

[35] (سورۃ البقرہ:222)

Surah al-Baqarah, 2:222.

[36] (سیوطی، جلال الدین، الاشباہ والنظائر، مکتبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت، 2005ء، جلد 1، صفحہ 20

Al-Suyuti, Jalal al-Din. *Al-Ashbah wa al-Naza'ir*. Beirut: Maktabah Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2005, vol. 1, p. 20.

اس اصول کی روشنی میں ہر وہ چیز جو بذاتِ خود نجس یا مضر نہ ہو، اور جس میں کوئی غیر شرعی پہلو شامل نہ ہو، وہ استعمال کے لحاظ سے جائز شمار کی جاتی ہے۔ اس تفہیم کی روشنی میں ادویات، انجیکشنز اور زینت و آرائش کی اشیاء کا حکم تین بنیادی اصولوں پر منحصر ہوتا ہے:

1. فی نفسہ جائز اشیاء

وہ اشیاء جو جمادات، نباتات یا حلال جانوروں کے شرعی ذبیحہ سے حاصل کی گئی ہوں، اور جن میں کسی قسم کی نجاست، خَباثت یا سَبُعِیَّت شامل نہ ہو، تو ایسی اشیاء جیسے ادویات، کریمیں، انجیکشنز یا خوشبو وغیرہ فی نفسہ جائز ہیں۔
یہی اصول قرآن و سنت کے مزاج اور اصول فقہ کے مطابق ہے، کہ جب تک کسی چیز کی حرمت پر قطعی دلیل نہ ہو، اس کا استعمال جائز تصور کیا جائے گا۔

2. حرام و نجس العین حیوانات سے تیار اشیاء

اگر کسی دوا، خوشبو، انجیکشن یا کاسمیٹک چیز میں نجس العین یا حرام حیوانات (جیسے سور یا مردار جانور) کے اجزاء شامل ہوں اور ان میں قلبِ ماہیت (chemical transformation) نہ ہوئی ہو، تو ان کا استعمال فی نفسہ حرام ہو گا۔
ارشاد باری تعالیٰ ہے:
"إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ"[37]
"اللہ تعالیٰ نے تم پر صرف مردار، خون، سور کا گوشت اور وہ جانور حرام کیا ہے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا گیا ہو۔"
یہ حرمت مطلق ہے، اور ان اشیاء کا استعمال دوا یا آرائش کے کسی بھی پہلو سے جائز قرار نہیں دیا جا سکتا، جب تک وہ شرعی اصول کے مطابق پاک نہ ہو جائیں۔

3. سَبَبِی ممانعت (ممنوع لغیرہ)

بعض اوقات کوئی چیز بذاتِ خود حلال ہوتی ہے، مگر کسی خارجی سبب کی وجہ سے حرام یا مکروہ ہو جاتی ہے۔ مثال کے طور پر اگر کسی دوا، انجیکشن یا زینتی سامان کو دھوکہ دہی، فریب یا تغییرِ خلق اللہ (جسمانی ساخت کی غیر فطری تبدیلی) کے لیے استعمال کیا جائے تو وہ ممنوع لغیرہ (کسی اور وجہ سے حرام) ہو گا۔

زینتی اشیاء، جسمانی تبدیلیاں، اور شرعی ممانعت کا فقہی جائزہ

---

[37] (القرآن، سورۃ النحل، 16:115)

Qur'an, Surah al-Nahl 16:115.

اسلامی فقہ کا مزاج انسان کی فطرت اور اعتدال پر مبنی ہے۔ بعض اوقات انسان کو جسمانی یا جمالیاتی طور پر ایسی تبدیلیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو عمومی فطرت سے ہٹ کر ہوتی ہیں۔ ایسے مواقع پر شریعت نے نہایت متوازن اور حکیمانہ اصول متعین کیے ہیں۔

فطرت سے ہٹی ہوئی تبدیلی اور اس کی اصلاح

اگر کسی خاتون کی داڑھی یا مونچھیں نکل آئیں —جو کہ ایک غیر معتاد صورت (abnormal condition) ہے—تو ایسی صورت میں اگر وہ ان زائد بالوں کو ختم کرتی ہے تو یہ تغییرِ خلق اللہ (اللہ کی بنائی ہوئی تخلیق میں ناجائز تبدیلی) کے تحت نہیں آئے گا، کیونکہ یہ اصلاحِ عیب کے زمرے میں شمار ہو گا۔ علماء نے وضاحت کی ہے کہ تغییر خلق اللہ کا اطلاق غیر معتاد یا غیر فطری کیفیت کو دور کرنے پر نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کا اطلاق فطری حالت میں غیر ضروری یا مصنوعی تبدیلیوں پر ہوتا ہے۔

"ایسی تبدیلی جو غیر معتاد ہو، اس کو دور کرنا شریعت میں مذموم نہیں، بلکہ مشروع ہے۔"[38]

ضرر اور نقصان کا اصول

شریعت میں کسی بھی ایسی چیز کے استعمال کی اجازت نہیں دی گئی جو نقصان دہ یا مہلک ہو، خواہ وہ دوا ہو یا زینت کا سامان۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"لا ضرر ولا ضرار"[39]

"نہ خود نقصان اٹھانا جائز ہے اور نہ کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا درست ہے۔"

یہ حدیث شریف فقہی اصول کے طور پر مسلم ہے اور ضرر کی بنیاد پر کسی بھی دوا یا زینتی چیز کے استعمال کی ممانعت کی بنیاد بن سکتی ہے۔

وضو اور غسل میں رکاوٹ بننے والی اشیاء

---

[38] (خلیل احمد سہارنپوری، بذل المجھود فی حل أبو داود، مرکز شیخ ابی الحسن الندوی، 1327ھ، جلد12، صفحہ 197)

Khalil Ahmad Saharanpuri. *Badhl al-Majhud fi Hall Abi Dawud*. Center of Shaykh Abu al-Hasan al-Nadwi, 1327 AH, vol. 12, p. 197.

[39] (ابن ماجہ، السنن، باب من بنی فی حقہ مایضر بجارہ، حدیث 2340؛ سراج الدین ابن ملقن، خلاصۃ البدر المنیر، مکتبہ الرشد، ریاض، 1310ھ، جلد2، صفحہ 438

Ibn Majah. *Sunan*, Chapter: One Who Builds What Harms His Neighbor, Hadith 2340; Siraj al-Din Ibn al-Mulaqqin. *Khilasat al-Badr al-Munir*. Riyadh: Maktabah al-Rushd, 1310 AH, vol. 2, p. 438.

فقہی اعتبار سے جو اشیاء بدن تک پانی کے پہنچنے میں مانع ہوں، ان کا استعمال ایسی حالت میں ناجائز ہو گا جب وہ وضو یا غسل کو متاثر کریں۔

مثلاً: ناخن پالش، لپ اسٹک، فاؤنڈیشن یا ایسی کریمیں اگر ایسی نوعیت کی ہوں کہ پانی جلد تک نہ پہنچ سکے، تو ان کا زائل کرنا شرعی طور پر واجب ہو گا، کیونکہ وہ وضو اور غسل کی شرط (اعضائے وضو پر پانی بہانا) کو متاثر کرتی ہیں۔

حرام بنفسہ اور مباح لغیرہ کا اصول اور قلبِ ماہیت کی فقہی بنیادیں

اسلامی فقہ میں اشیاء کے حلال و حرام ہونے کے اصول نہایت گہرائی اور حکمت پر مبنی ہیں۔ بعض اوقات اشیاء اپنی اصل حالت میں حرام بنفسہ ہوتی ہیں، لیکن جب ان میں انقلابِ ماہیت (قلبِ ماہیت) واقع ہو جائے، تو وہ مباح لغیرہ بن جاتی ہیں۔ یہی اصول ادویات اور کاسمیٹکس میں موجود ان اشیاء پر بھی لاگو ہوتا ہے جن میں نجس یا حرام اجزاء شامل ہوں۔

حرام بنفسہ اور مباح لغیرہ کا مفہوم

حرام بنفسہ: وہ شے جو بذاتِ خود، اپنی اصلی حالت میں حرام ہو، جیسے شراب، خون، مردار، وغیرہ۔

مباح لغیرہ: وہ شے جو کسی دوسرے سبب کی وجہ سے مباح ہو جائے، جیسے کسی حرام شے کی ماہیت میں تبدیلی ہو جائے اور وہ پاک و مباح شے میں بدل جائے۔

ادویات اور کاسمیٹکس میں حرام اجزاء کا استعمال

اگر کسی دوا یا کاسمیٹک پراڈکٹ میں حرام اجزاء شامل ہوں، تو اصل حالت میں ان کا استعمال جائز نہیں۔ لیکن اگر ان اشیاء میں قلبِ ماہیت واقع ہو جائے یعنی ان کی اصل حقیقت مکمل طور پر بدل جائے، تو وہ شے پاک اور مباح ہو جاتی ہے۔

مثال کے طور پر:

شراب اگر از خود سرکہ بن جائے تو فقہاء کی اکثریت کے نزدیک وہ پاک اور حلال ہو جاتی ہے۔

مردار جانور کا چمڑا اگر دباغت کے بعد اپنی حالت تبدیل کر لے تو فقہی لحاظ سے وہ پاک تصور کیا جا سکتا ہے۔

کیمیاوی عمل اور قلبِ ماہیت کا معاملہ

آج کے دور میں کاسمیٹکس اور ادویات بنانے والی کمپنیاں اپنی مصنوعات کی تیاری میں مختلف کیمیائی عمل استعمال کرتی ہیں، جن کے ذریعے اشیاء کے خواص اور ان کے اثرات کو تبدیل کیا جاتا ہے۔ اس تبدیلی کا مقصد اشیاء کو زیادہ موثر، محفوظ یا انسان کے لیے قابل قبول بنانا ہوتا ہے۔

لیکن اگر ان کیمیاوی عمل کے دوران قلبِ ماہیت (یعنی اصل حقیقت کی مکمل تبدیلی) واقع نہ ہو اور صرف تجزیہ، ترکیب یا کیمیکل مرکبات میں اضافہ ہو، تو ان اشیاء کا سابقہ حکم یعنی نجاست یا حرمت برقرار رہے گا۔ یعنی اگر کوئی نجس یا حرام جزو اپنی ماہیت میں تبدیل نہیں ہوا، بلکہ صرف دوسرے مواد کے ساتھ ملایا گیا ہے، تو وہ نجس یا حرام ہی رہے گا۔

خارجی اور داخلی استعمال کا فرق

فقہاء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ کچھ اشیاء ایسی ہوتی ہیں جن کا داخلی استعمال (کھانے یا نگلنے) ناجائز ہوتا ہے، لیکن ان کا خارجی استعمال (جلد یا زینت کے لیے) جائز ہو سکتا ہے۔ اگر کسی کاسمیٹک میں حشرات الارض یا دیگر حرام جانوروں کے اجزاء شامل ہوں، جن میں بہتا ہوا خون نہ ہو، اور ان میں قلبِ ماہیت واقع نہ ہوا ہو، تو ایسے کاسمیٹکس کا خارجی استعمال مباح ہو گا، لیکن ان کا داخلی استعمال حرام ہو گا۔

مباح من وجہ اور ممنوع من وجہ آخر

یہاں ایک اہم فقہی مسئلہ بیان ہوا ہے کہ کچھ اشیاء ایسی بھی ہیں جو:

پاک ہوں (یعنی نجاست نہیں)

حلال نہ ہوں (یعنی ان کا استعمال حرام ہو سکتا ہے)

جیسا کہ ٹڈی کے علاوہ دیگر حشرات الارض یا خشکی کے حرام جانور جو بہتا ہوا خون نہ رکھتے ہوں، ان کے اجزاء اگر ادویات یا کاسمیٹکس میں شامل ہوں، اور ان میں قلبِ ماہیت نہ ہو، تو:

ان کا خارجی استعمال مباح ہے، کیونکہ جسم پر لگانے یا زینت کا سامان بنانے میں وہ برا نہیں سمجھے جاتے۔

ان کا داخلی استعمال ناجائز ہے، کیونکہ کھانے میں حرمت کی علت 'خبائث' یا ناپسندیدگی فطری ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰۤىِٕثَ[40]

"اور وہ گندی اور ناپسندیدہ چیزوں کو ان پر حرام قرار دے گا۔"

یہ آیت ظاہر کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسی چیزوں سے منع فرمایا جو فطرت کے خلاف ہوں یا جن سے انسان کی فطرت اور صحت کو نقصان ہو۔ اسی لیے فقہاء نے کہا ہے کہ جس چیز سے فطرت سلیمہ گھن کرے، وہ خبائث میں داخل ہے اور اس کا استعمال ممنوع ہے۔

[40](سورۃ الاعراف، آیت 157)

Qur'an, Surah al-A'raf ,7:157.

نتائج

1. اسلام ظاہری خوبصورتی اور جسمانی آرائش کو پسند کرتا ہے، بشرطیکہ وہ شریعت کے متعین کردہ حدود کے اندر ہو۔
2. جسمانی آرائش کے جدید طریقوں کو شرعی نقطہ نظر سے پرکھنے کے لیے نیت، طریقۂ کار، اور اثرات کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔
3. کاسمیٹک سرجری، بوٹوکس، اور ہیئر ٹرانسپلانٹ جیسے طریقے اگر کسی طبی ضرورت یا عیب کے ازالے کے لیے ہوں تو شرعی طور پر جواز رکھتے ہیں۔
4. فیشن، دکھاوے یا مصنوعی حسن کے حصول کے لیے کیے گئے آرائشی اقدامات کو اکثر فقہاء نے ناجائز یا مکروہ قرار دیا ہے۔
5. ایسے طریقے جو تخلیقِ خداوندی میں تغیر (تغییرِ خلق اللہ)، اسراف، یا کفار کی مشابہت کے زمرے میں آتے ہوں، شرعی طور پر ممنوع قرار دیے گئے ہیں۔
6. فقہائے کرام اور معاصر اسلامی فقہی اداروں نے تفصیل سے ان مسائل پر فتاویٰ دیے ہیں جن کی بنیاد مقاصدِ شریعت (حفاظتِ دین، نفس، نسل، عقل، اور مال) پر رکھی گئی ہے۔
7. اسلامی تعلیمات جسمانی آرائش کو محض جسمانی نہیں بلکہ اخلاقی و روحانی پہلو کے ساتھ جوڑ کر دیکھتی ہیں، تاکہ انسان خودنمائی اور فطری حدود سے تجاوز نہ کرے۔
8. خواتین کے لیے زینت کی اجازت عمومی طور پر زیادہ ہے، مگر وہ بھی محرم مردوں، شوہر، یا مخصوص دائرہ کے لیے ہو، نہ کہ عوامی نمائش کے لیے۔
9. مسلمانوں کو جدید رجحانات کو اختیار کرتے وقت اسلامی اخلاقیات، ثقافت، اور دینی شناخت کو ملحوظ رکھنا چاہیے تاکہ تہذیبی یلغار سے محفوظ رہ سکیں۔
10. دورِ جدید کے تقاضوں کے ساتھ ہم آہنگ رہتے ہوئے، فقہی تعبیرات کی روشنی میں حدود کا تعین نہایت ضروری ہے تاکہ فطرت، شریعت اور جمالیات میں توازن قائم رہے۔

سفارشات

1. مسلمانوں کو جسمانی آرائش کے جدید طریقے اختیار کرنے سے قبل ان کے شرعی حکم، نیت اور اثرات پر غور کرنا چاہیے تاکہ وہ ناجائز یا مشتبہ امور سے بچ سکیں۔
2. علمائے کرام اور فقہاء کو چاہیے کہ وہ جدید آرائشی رجحانات پر تحقیق کر کے واضح فتاویٰ مرتب کریں تاکہ عوام الناس جدید مسائل میں شرعی رہنمائی حاصل کر سکیں۔
3. اسلامی تعلیمی اداروں اور دارالافتاء کو عصر حاضر کے جدید آرائشی مسائل پر خصوصی کورسز، ورکشاپس اور فتاویٰ کونسلز کا اہتمام کرنا چاہیے۔
4. مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ جسمانی آرائش میں اعتدال، فطرت کے احترام اور اسلامی تہذیب کے تقاضوں کو مدنظر رکھیں تاکہ حسن اور حیا کا توازن قائم رہے۔
5. کاسمیٹک سرجری، بوٹوکس، فلرز، اور ہیئر ٹرانسپلانٹ جیسے طریقے صرف طبی ضرورت یا عیب کے ازالے کی صورت میں اپنائے جائیں، نہ کہ صرف فیشن یا دکھاوے کے لیے۔
6. ایسے آرائشی طریقوں سے اجتناب کیا جائے جو 'تغییرِ خلق اللہ'، کفار کی مشابہت، یا اسراف و تبذیر کے زمرے میں آتے ہوں، کیونکہ یہ شریعت کے واضح ممنوعات میں شامل ہیں۔
7. علمائے کرام کو چاہیے کہ وہ خواتین اور نوجوانوں میں شرعی آرائش و زینت کی تعلیم عام کریں تاکہ وہ مغربی یا غیر اسلامی ثقافت سے متاثر ہوئے بغیر دینی شعور کے ساتھ زینت اختیار کریں۔
8. سوشل میڈیا اور فیشن انڈسٹری کے اثرات کو دیکھتے ہوئے دینی ادارے اور اسکالرز ایک متوازن اسلامی بیانیہ تشکیل دیں جو جدید تقاضوں کا جواب بھی دے اور اسلامی اقدار کا تحفظ بھی کرے۔
9. اسلامی ریاستوں اور اداروں کو چاہیے کہ وہ غیر شرعی آرائشی مصنوعات اور طریقوں پر کنٹرول کریں اور ایسے ذرائع کو فروغ دیں جو دینی اور فطری اصولوں سے ہم آہنگ ہوں۔
10. زینت اور آرائش کو شریعت کے دائرے میں رکھتے ہوئے فروغ دیا جائے، تاکہ حسن و جمال اور روحانیت کا امتِ مسلمہ میں حسین امتزاج برقرار رہے۔

خلاصہ

اسلام ایک ایسا مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر پہلو کو اپنی ہدایت کی روشنی میں ڈھالتا ہے۔ زینت، صفائی اور جسمانی آرائش چونکہ انسانی فطرت کا حصہ ہیں، اس لیے اسلام نے ان کے حوالے سے بھی نہایت متوازن اور معتدل تعلیمات دی ہیں۔ عصر حاضر میں جہاں میک اپ، ہیئر کلرنگ، نیل آرٹ، بوٹوکس، فلرز، ٹیٹوز، اور کاسمیٹک سرجری جیسے جدید آرائشی طریقے عام ہو چکے ہیں، وہیں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ان میں سے کون سے طریقے شرعاً جائز، مشروط یا ناجائز ہیں۔ یہ اس بات کو واضح کرتی ہے کہ اسلام زینت اور خوبصورتی کو ناپسند نہیں کرتا، بلکہ اس کے لیے حدود، نیت، اور مقصد کو بنیاد بناتا ہے۔ ان جدید طریقوں کو فقہی اصولوں جیسے : تغییرِ خلق اللہ، تشبہ بالکفار، اسراف، اور ضرر کی روشنی میں جانچا گیا ہے۔ بعض صورتوں میں ان طریقوں کی اجازت دی گئی ہے، خاص طور پر اگر ان کا تعلق علاج یا عیب کی اصلاح سے ہو؛ جبکہ بعض صورتیں ایسی بھی ہیں جو شریعت کی ممنوعات میں آتی ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جسمانی آرائش کے جدید طریقے اگر حدودِ شریعت، نیت کی درستی، اور فطری اعتدال کے ساتھ اپنائے جائیں تو ان میں وسعت کی گنجائش موجود ہے، تاہم غیروں کی تقلید، دکھاوا، یا فطرت کی تبدیلی جیسے امور سے اجتناب لازم ہے۔ اس تحقیق کا مقصد امت کو دینی اور جمالیاتی توازن عطا کرنا ہے تاکہ وہ جدید دنیا میں زندگی گزارتے ہوئے بھی اسلامی اقدار سے وابستہ رہ سکیں۔

مصادر و مراجع

1. محمد تقیؒ عثمانی، فتاویٰ ہندیہ، مکتبہ اسلامیہ، ۱۹۷۰
2. شیخ محمد عبدالقادر، شرح مختصر الخلیل، دار الفکر، ۱۹۸۵
3. علی بن محمد ماوردی، الحاوی الکبیر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۳۱۹ھ
4. (ابو بکر احمد بن عبد العزیز، الانصاف فی معرفۃ الرای من الخلاف، دار الفکر، ۱۹۹۰
5. (رد المحتار، دار الکتب الاسلامیہ، ۱۳۷۰ھ، ج ۲، ص ۳۲: تبیین الحقائق، مکتبہ صدیقی، ۱۴۰۰ھ
6. علامہ ابن جماعہ، نہایۃ المحتاج اِلی شرح المنہاج، دار المعارف، ۱۳۷۰ھ
7. (وجیہ الرحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، دار الفکر، ۱۴۲۵ھ
8. (ابن نجیم، الاشباہ والنظائر، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۱۹ھ
9. (یوسف القرضاوی، فتاوی مترجمہ، دار النوادر، لاہور، ۱۴۰۰ھ
10. (مجمع الفقہ الاسلامی ہند، فتاویٰ مجمع، ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ، کراچی، ۱۹۹۹ء
11. (صحیح مسلم، باب فی سعۃ رحمۃ اللہ تعالی وانھا سابقۃ، دار الفکر، دمشق، ۱۴۰۵ھ
12. (البیثمی، علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، دار المھاجرین للتراث، بیروت، ۱۴۱۰ھ
13. (الحدادی، عبد الرؤوف زین الدین، فیض القدیر شرح جامع الصغیر، مصر: المکتبۃ التجاریۃ الکبری، ۱۳۵۶ھ
14. (جصاص، احمد بن علی ابو بکر، احکام القرآن، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۱۵ھ
15. (الاشباہ والطائر، علی بن نجیم، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۳ھ
16. (کاشی، امام ابو محمد علی بن حسین، الفتاویٰ الہندیہ، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۵ھ
17. (ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، دار الفکر، بیروت، ۱۴۰۰ھ
18. (نیل الاوطار، شوکانی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۴۲۱ھ
19. (کاسانی، البدائع الصنائع، مطبوعہ: دار الکتب العلمیۃ، بیروت
20. (جصاص، احمد بن علی، شرح مختصر الطحاوی، مطبوعہ: دار البشائر، بیروت، 1431ھ
21. (سیوطی، جلال الدین، الاشباہ والنظائر، مکتبہ دار الکتب العلمیۃ، بیروت، 2005ء
22. (خلیل احمد سہارنپوری، بذل المجھود فی حل ابو داود، مرکز شیخ ابی الحسن الندوی، 1327ھ

Bibliography

1. Chapter: One Who Builds What Harms His ,*Sunan* .Ibn Majah *Badr -Khilasat al* .Mulaqqin-Din Ibn al-Neighbor, Hadith 2340; Siraj al .Rushd, 1310 AH, vol. 2, p. 438-Riyadh: Maktabah al .*Munir-al*
2. Center .*Majhud fi Hall Abi Dawud-Badhl al* .Khalil Ahmad Saharanpuri .Nadwi, 1327 AH, vol. 12, p. 197-Hasan al-of Shaykh Abu al
3. Al-Suyuti, Jalal al-Din. *Al-Ashbah wa al-Naza'ir*. Beirut: Maktabah Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 2005, vol. 1, p. 20.
4. *Durriyya fi -Uqud al'-Al* .Umar'uhammad Amin ibn Abidin, M'Ibn rifah, vol. 2, p. 332. 'Ma-Beirut: Dar al .*Hamidiyya-Fatawa al-Tanqih al* Ilmiyyah, '-Kutub al-Beirut: Dar al .*'i'Sana-al 'i'Bada-Al* .Kasani-Al .vol. 5, p. 36
5. Al-Shawkani. *Nayl al-Awtar*. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1421 AH, vol. 2, p. 79.
6. -Beirut: Dar al .*Sunan Abi Dawud* .ath'Abu Dawud, Sulaiman ibn Ash .Fikr, 1400 AH, vol. 4, p. 116
7. Book: "Clothing," Chapter on Women Who Tattoo, ,*Bukhari-Sahih al* .vol. 7, p. 214
8. *-Fatawa al-Al* .Ali ibn Husayn'Kashi, Imam Abu Muhammad -Al .Fikr, 1405 AH, vol. 5, p. 354-Beirut: Dar al .*Hindiyyah*
9. Ibn Nujaym. *Al-Ashbah wa al-Naza'ir*. Beirut: Dar al-Kutub al-'Ilmiyyah, 1423 AH, vol. 10, p. 73.
10. -Beirut: Dar al .*an'Qur-al Ahkam* .Ali Abu Bakr'Jassas, Ahmad ibn -Al .Ilmiyyah, 1415 AH, vol. 3, p. 202'-Kutub al
11. *-al 'Qadir Sharh Jami-Fayd al* .Din-uf Zayn al'Ra-Abd al'Haddadi, -Al Kubra, 1356 AH, vol. 2, p. -Tijariyya al-Mahkama al-Egypt: al .*Saghir* .106
12. *-al 'id wa Manba'aZaw-al 'Majma* .Ali ibn Abi Bakr'Bushmi, -Al .Turath, 1410 AH, vol. 20, p. 302-Muhajirin li al-Beirut: Dar al .*id'Fawa*
13. s Mercy and that It 'Book: "On the Vastness of Allah ,*Sahih Muslim* *'Majma* .Fikr, 1405 AH, vol. 4, p. 2110-Precedes," Damascus: Dar al an wa 'Qur-Karachi: Idarat al .*'Fatawa Majma .India –Islami -Fiqh al-al* .Islamiyyah, 1999, p. 13-Ulum al'-al
14. Yusuf al-Qaradawi. *Fatawa (Translated)*. Lahore: Dar al-Nawadir, 1400 AH, vol. 2, p. 221.
15. Fikr, -Beirut: Dar al .*Islami wa Adillatuhu-Fiqh al-Al* .Ruhayli-Wajih al .p. 2633 ,4 .AH, vol 1425
16. Cairo: .*Minhaj-Muhtaj ila Sharh al-Nihayat al* .ah'Allamah Ibn Jama .*Muhtar-Radd al* .Abidin'Ibn arif, 1370 AH, vol. 8, p. 33'Ma-Dar al *-Tabyin al* ;Islamiyyah, 1370 AH, vol. 2, p. 32-Kutub al-Lahore: Dar al .AH, vol. 1, p. 414 00Karachi: Maktabah Siddiqi, 14 .*iq'Haqa*
17. *-Rajih min al-rifat al'Insaf fi Ma-Al* .Abu Bakr Ahmad ibn Abdul Aziz .Fikr, 1990, vol. 1, p. 299-Beirut: Dar al .*Khilaf*

18. -Beirut: Dar al *.Kabīr-Muhawī al-Al* .Mawardi, Ali ibn Muhammad-Al .Ilmiyyah, 1319 AH, vol. 12, p. 303‘-Kutub al
19. Beirut: *.Khalil-Sharh Mukhtasar al* .ikh Muhammad Abdul QadirShe .Fikr, 1985, vol. 8, p. 42-Dar al
20. Lahore: Maktabah *.Fatawa Hindiyyah* .Usmani, Muhammad Taqi .Islamiyyah, 1970, p. 202